7/30

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۷ — ۱۴ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۴ رنومبر سنہ ۱۹۶۱ء — شمارہ ۳۰

محکمہ تعلیمات اور محکمہ جیلخانہ جات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ:- گیارہ روپے — ششماہی:- چھ روپے
سہ ماہی:- تین روپے — فی پرچہ:- ۲۵ پیسے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

قومی تعلیم

وزارت تعلیم پاکستان نے حکم دیا ہے کہ انگلش اسکولوں میں وہ تمام باتیں پڑھائی جائیں جو دوسرے اسکولوں میں ہیں۔ ایک اور اعلان میں کہا گیا ہے کہ تمام اسکولوں میں دینی تعلیم لازمی قرار دی جائے گی۔ حتیٰ کہ مشن اسکولوں کو بھی اس کا پابند کیا جائے گا۔

کسی مسلط اور غالب قوم کی زبان و تہذیب کو اپنانا غلامی کی بدترین یادگار سمجھی جاتی ہے۔ ضرورت کے تحت کسی زبان کا سیکھنا کوئی جرم یا عیب نہیں ہے لیکن غیر کی زبان کو اتنا سر چڑھانا کہ انسان اس میں کھو کر دین و ایمان کی نعمت سے بھی محروم ہو جائے آئینِ جوانمردی اور شرافت انسانی کے خلاف ہے۔ بڑے بڑے علماء کرام نے ستر اسی سال قبل انگریزی کالجوں کی جو مخالفت کی تھی وہ کسی زبان یا فن کی وجہ سے نہیں تھی۔ وہ اپنی ایمانی بصیرت سے جانتے تھے۔ کہ اس طرح لارڈ میکالے کے مقولے کے مطابق اگر مسلمان نصرانی نہ بھی ہوئے تو مسلمان بھی نہ رہیں گے۔ کیا علماء کرام کے نظریے اور لارڈ میکالے کی مراد کی تصدیق تاریخ نے نہیں کر دی۔ کیا آج پنجابی پنجابی، پٹھان پٹھان اور بنگالی بنگالی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا آج مسلمان مسلمان ہے۔ کیا جو مسلمان عیسائیت کی اشاعت سے صدمہ محسوس نہیں کرتا، ختم نبوت اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر نہیں کڑھتا، نماز روزے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اسلامی وضع و قطع، اسلامی اطوار و عادات اور اسلامی منقولات و روایات کو غیر ضروری تصور کرتا اور شعائر اسلام کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتا ہے کیا کوئی مفتی شرع اس کو مسلمان کہہ سکتا ہے اور کیا اس کا قانونی مسلمان ہونا اس کو اللہ تعالےٰ کے ہاں اپنی تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ کر سکتا ہے — آہ، قوم بدل گئی۔ مگر وہ سمجھی نہیں کہ وہ بدل چکی ہے — نصاریٰ جہاں کہیں قابو پاتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی صلاحیت (سختی سے دینی پابندی) کو خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں چاہے اس سلسلہ میں ان کو کتنی ہی دھیمی رفتار سے کام کرنا پڑے۔ مثلاً اگر مسلمان نے ایک سنت چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کر دی یا مثلاً گھٹنے سے اوپر ران یا اس کا کچھ حصہ ننگا رکھنے کی عادت ہو گئی۔ یہ اہل باطل کی پہلی کامیابی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے پھر وہ فرائض کی اہمیت ختم کرتے ہیں مثلاً عدالت یا پریڈ کے وقت نماز کا ناغہ کرتے رہنا۔ جس مذہب کی خاطر ان کو نصاریٰ سے اتنی نفرت تھی کہ وہ میدان جہاد میں اتر جایا کرتے تھے جب اس کی ہی اہمیت نہ رہی، تو پھر جو چاہیں کریں۔ آدمی آدمی ہی رہتا ہے مگر اس کا دل و دماغ پاکستانی نہیں ہوتا۔ وہ پاکستان میں رہ کر بھی غیر پاکستانی ہو جاتا ہے اس کا دل مسخ ہو جاتا اور ضمیر بدل جاتا ہے۔ وہ مسلمان بھی کہلاتا ہے مگر اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کی قومیت کا نام مسلمان ہے مصطفےٰ کمال پاشا وغیرہ کی یورپین تعلیم کا یہی اثر ہوا کہ ایک بہادر ترک اور قابلِ فخر فوجی افسر ہو کر بھی اس نے اسلام کو ترقی میں سدِّ راہ سمجھ کر سیاست سے خارج کر دیا۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کے ننانویں ناموں کا بیان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا
مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ
اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ
الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ
الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ
اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ
الْغَفُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ
الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ
الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ
الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ
الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ
الْقَوِیُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ
الْمُحْصِیُّ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِی
الْمُمِيْتُ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ
الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ
الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ
الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ
الْوَالِیْ الْمُتَعَالِیْ الْبَرُّ التَّوَّابُ
الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ
الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ
الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیْ الْمَانِعُ
الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیْ
الْبَدِيْعُ الْبَاقِیْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ
الصَّبُوْرُ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ
فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالےٰ کے ننانویں نام ہیں۔ جو شخص یاد کرے ان کو داخل ہوگا۔ جنت میں (اور وہ ننانویں نام یہ ہیں) وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں۔ وہ بخشنے والا ہے وہ الرحیم ہے یعنی مہربان وہ الملک ہے۔ یعنی حقیقی بادشاہ وہ القدوس ہے۔ یعنی نہایت پاک وہ السلام ہے۔ یعنی بے عیب اور سلامت وہ المومن ہے۔ یعنی امن دینے والا وہ المہیمن ہے یعنی محافظ و نگہبان وہ العزیز ہے۔ یعنی غالب اور بے مثل وہ الجبار ہے۔ یعنی بگڑے ہوئے کاموں کا درست کرنے والا وہ المتکبر ہے۔ یعنی تکبر کرنے والا وہ الخالق ہے۔ یعنی پیدا کرنے والا وہ الباری یعنی پیدا کرنے والا المصور ہے یعنی صورت بنانے والا وہ الغفار ہے یعنی گنہگار بندوں کا بخشنے والا وہ القہار ہے یعنی غالب کہ اس کی قدرت کے سامنے عاجز ومغلوب ہیں۔ وہ الوہاب ہے۔ یعنی بغیر بدلہ کے بہت دینے والا وہ الرزاق ہے۔ یعنی رزق پیدا کرنے والا اور رزق پہنچانے والا وہ الفتاح ہے۔ یعنی کھولنے اور حکم کرنے والا وہ العلیم ہے یعنی ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے وہ القابض ہے۔ یعنی روزی اور بندوں کے دل کو تنگ کرنے والا اور بندوں کی روح کو قبض کرنے والا وہ الباسط یعنی بندوں کی روزی اور دل کا کشادہ کرنے والا وہ الخافض ہے۔ یعنی کافروں کو پست کرنے والا وہ الرافع یعنی مومنوں کو بلند کرنے والا یا اپنی درگاہ سے قریب کرنے والا وہ المعز ہے یعنی عزت دینے والا وہ مذل ہے یعنی ذلت دینے والا وہ السمیع ہے یعنی سننے والا۔ وہ البصیر ہے یعنی دیکھنے والا وہ الحکیم ہے یعنی حکم کرنے والا ایسا کہ اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کرسکتا۔ وہ العدل ہے یعنی انصاف کرنے والا وہ اللطیف ہے یعنی اپنے بندوں پر لطف و مہربانی کرنے والا اور باریک بین وہ الخبیر ہے یعنی دل کی باتوں کا جاننے والا وہ الحلیم یعنی بردبار کہ بندوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا وہ العظیم ہے یعنی بزرگ و برتر کہ ذات و صفات میں کوئی اس کا ہمسر نہیں وہ الغفور ہے یعنی بہت بخشنے والا وہ الشکور ہے یعنی قدر دان اور تھوڑے عمل پر بہت ثواب دینے والا وہ العلی یعنی بلند مرتبہ وہ الکبیر ہے یعنی بڑا اور ایسا بڑا کہ کوئی اس سے زیادہ بڑا نہیں وہ الحفیظ ہے یعنی محفوظ رکھنے والا عالم کو آفتوں سے وہ المقیت ہے یعنی اجسام اور ارواح کی قوت کا پیدا کرنے والا اور وہ قوتوں کا دینے والا وہ الحسیب ہے یعنی حساب لینے والا اور کفایت کرنے والا ہر حال میں وہ الجلیل ہے یعنی بلند وہ الکریم ہے یعنی بڑا سخی اور بہت دینے والا وہ الرقیب ہے یعنی نگہبانی کرنے والا ہر چیز کا اور جاننے والا حال بندوں کا وہ المجیب ہے یعنی قبول کرنے والا عاجزوں کی دعا کا اور جواب دینے والا پکارنے والوں کا وہ الواسع ہے یعنی وسیع العلم اور وسعت دینے والا اپنی نعمتوں کو وہ الحکیم ہے یعنی کاموں کو درست کرنے والا اور دانشمند وہ الودود ہے یعنی اطاعت گزاروں کو دوست رکھنے والا وہ المجید ہے یعنی بزرگ و شریف اپنی ذات اور اپنے افعال میں وہ الباعث ہے یعنی مردوں کو قبروں سے اٹھانے اور زندہ کرنے والا اور غافلوں کے دل خواب غفلت سے بیدار کرنے والا وہ الشہید ہے۔ یعنی حاضر اور ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا وہ الحق ہے یعنی شہنشاہی کے قابل اور خدائی کے لائق وہ الوکیل ہے یعنی لوگوں کے کام بنانے والا وہ القوی ہے یعنی قوت والا وہ المتین ہے یعنی تمام کاموں کو درست و استوار کرنے والا وہ الولی

باقی صفحہ ۶ پر

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۶ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ر نومبر ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ

بہشت میں جانے کا سستا سودا

حلقہ ذکر میں شامل ہونے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خوشخبری سناتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سب کو بخش دیا ہے۔ ہمارا خاندان قادری ہے۔ ذکر الٰہی کرنے کا یہ طریقہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ بغداد شریف والے کی طرف منسوب ہے باقی خاندان چشتی۔ سہروردی۔ نقشبندی سب حق پر ہیں۔ چاروں خاندانوں نے اللہ تعالےٰ کی یاد کرنے کے لئے الگ الگ پروگرام بنا رکھا ہے۔ اس مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالےٰ ہر جمعرات کو مغفرت کا تمغہ عطا فرما دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فرشتے سڑکوں پر حلقہ ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں کہیں حلقہ ذکر پاتے ہیں۔ وہاں اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلاتے ہیں۔ اور اُس مجلس کو گھیرے میں لے کر اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ چونکہ فرشتے نورانی ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے اوپر چڑھتے چڑھتے آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ وہ تیری تعریف اور بزرگی بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ پائیں۔ تو کیا حالت ہو۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ اب تو بن دیکھے تیری اتنی عبادت اور تعریف کرتے ہیں۔ اگر تجھے دیکھ پائیں۔ تو اور زیادہ شدت سے تیری تعریف و بزرگی بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور ذکر میں اور زیادہ رغبت پیدا ہو۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے۔ کہ وہ کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ وہ جنت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا اُنہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو پھر اُن کی کیا حالت ہو۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ بہشت کو دیکھ پائیں تو اور زیادہ بہشت کا اشتیاق بڑھ جائے۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے۔ کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے کہتے ہیں۔ دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں پھر اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر یہ دوزخ کو دیکھ لیں۔ تو پھر ان کی کیا حالت ہو فرشتے کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ اب تو بن دیکھے دوزخ سے اتنا ڈرتے ہیں۔ پھر تو اور زیادہ دوزخ سے بھاگیں گے۔ اور ان کے دل میں اور زیادہ خوف پیدا ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ کہتا ہے۔ کہ یا اللہ فلاں آدمی مجلس ذکر میں شامل نہ تھا۔ وہ کسی کام کی غرض سے آیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی محروم نہیں جاتے (رواہ البخاری)

جو لوگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس مجلس ذکر میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر جمعرات کو مغفرت کا تمغہ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ مرتے دم تک آپ کو حلقہ ذکر میں شامل ہو کر مغفرت کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالےٰ کی مغفرت اتنی وسیع ہے۔ کہ کوئی شخص دوزخ میں جا نہیں سکتا۔ انسان اپنی مرضی سے جان بوجھ کر دوزخ میں جانے کی کوشش کرتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالےٰ کی مغفرت و رحمت اتنی وسیع ہے۔ کہ ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو بخش دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ پڑھنا (۲) پانچ وقت کی نماز پڑھنا (۳) رمضان المبارک کے روزے رکھنا (۴) حج کرنا۔ (۵) زکوٰۃ دینا۔

تین تو ہر ایک مسلمان کے لئے چاہے وہ غریب ہو یا امیر سب پر فرض ہیں۔ یعنی کلمہ۔ نماز اور روزہ تو ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہیں۔ غریبوں پر حج۔ زکوۃ فرض نہیں۔ مگر مالداروں پر زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں۔ کلمہ پڑھنا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ ان کاموں کے ادا کرنے کا بدلہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں

کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ جو کبھی کسی نے سنی نہیں اور نہ کبھی کسی نے دیکھی ہیں۔ اور نہ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی آئی ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے نمازیوں کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

اب آج میں حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو ارشادات عرض کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ درود شریف پڑھیگا اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُس کے حق میں ۱۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ۱۰ نیکیاں یعنی ہیں۔ ۱۰ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور ۱۰ درجے اللہ تعالےٰ کے قرب میں بلند ہوتے ہیں۔ ۱۰ دفعہ رحمت نازل ہوتی ہے۔ وہ مکمل درود شریف ہے۔ جس میں صلوٰۃ والسلام کا لفظ موجود ہو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

یہ مکمل درود شریف ہے۔ ہے اور بھی لمبے درود شریف ہیں اب بتائیے۔ کہ بہشت میں جانے کا یہ کتنا سستا سودا ہے درود شریف پڑھنے کے لئے وضو کی بھی شرط نہیں۔ آپ دفتر جاتے وقت چلتے پھرتے درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کے نامئہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ اور گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔

وہ بہت ہی بدنصیب ہیں۔ جو اتنے سستے سودے کے ہوتے ہوئے بھی دوزخ میں جائیں گے یاد رکھیں ہمارا ایمان ہے کہ

اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرامین بالکل سچے اور برحق ہیں۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ ۱۰ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور ۱۰ درجے اللہ تعالےٰ کے قرب میں بلند ہوتے ہیں۔ ۱۰ دفعہ رحمت نازل ہوتی ہے

۲۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا

اس کو ۱۰۰ دفعہ پڑھنے سے ۱۰۰ گناہ معاف اور ۱۰۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ۱۰ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

ان دونوں وظیفوں کے لئے وضو کی کوئی شرط نہیں۔ درود شریف اور یہ وظیفہ دفتر جاتے وقت تو ۱۰۰، ۲۰۰ مرتبہ ضرور پڑھا جا سکتا ہے۔ جیتے جی بغیر پیسے کے بہشت حاصل کرنے کا یہ بہت سستا سودا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ کے دربار میں اتنی آسانیاں ہیں۔ کہ کوئی مسلمان عمل کر کے دوزخ میں نہیں جا سکتا اللہ تعالےٰ مرتے دم تک مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ ایمان پر فرمائے (آمین یا الہ العالمین)

احادیث رسول صفحہ ۴ سے آگے

ہے۔ یعنی مومنوں کو درست کرنے والا اور مددگار وہ الحمید ہے یعنی اپنی ذات و صفات کا تعریف کرنے والا یا تعریف کیا گیا وہ المحصی ہے یعنی ہر چیز کے علم کا احاطہ کرنے والا وہ المبدی ہے یعنی پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا وہ المعید ہے یعنی دوبارہ پیدا کرنے والا وہ المحی ہے یعنی زندہ کرنے والا جو زندہ کرتا ہے دلوں کا نور ایمان سے وہ الممیت ہے یعنی مارنے والا اجسام کو اور دلوں کو وہ الحی ہے یعنی زندہ سب سے پہلے اور سب کے بعد وہ القیوم ہے یعنی قائم ہے بذات خود اور مخلوقات کا قائم رکھنے والا اور خبرگیری کرنے والا وہ الواجد ہے یعنی غنی کہ کس چیز میں کسی کا محتاج نہیں وہ الماجد ہے یعنی بزرگ و برتر وہ الواحد ہے یعنی ذات و صفات میں یگانہ و یکتا وہ الاحد ہے یعنی یکتا ذات و صفات میں وہ الصمد ہے یعنی بے پرواہ کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں وہ القادر ہے یعنی قوت و قدرت والا وہ المقتدر ہے یعنی قدرت کو ظاہر کرنے والا وہ المقدم ہے یعنی دوستوں کو آگے بڑھانے والا وہ الموخر یعنی پیچھے ہٹانے والا دشمنوں کو اپنی مہربانی سے وہ الاول ہے یعنی سب سے پہلے وہ الاخر ہے یعنی سب کے پیچھے وہ الظاہر ہے یعنی آشکار اور ظاہر کہ اپنے وجود کو کھلی نشانیوں سے ظاہر کرتا ہے وہ الباطن ہے یعنی اس کی ذات مخفی ہے۔ وہم و خیال سے وہ الوالی یعنی کام بنانے والا اور مالک وہ المتعالی یعنی مرتبہ کے لحاظ سے بہت بلند وہ البر ہے یعنی احسان کرنے والا وہ التواب ہے یعنی توبہ کو قبول کرنے والا وہ المنتقم ہے۔ یعنی کافروں اور سرکشوں سے بدلہ لینے والا وہ العفو ہے یعنی معاف کرنے والا گناہوں اور قصوروں کو وہ الرؤف ہے یعنی بہت مہربان وہ مالک الملک ہے یعنی ساری دنیا کا مالک وہ ذوالجلال والاکرام ہے یعنی بزرگی اور بخشش کا مالک وہ المقسط ہے یعنی عدل و انصاف کرنے والا وہ الجامع ہے یعنی قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے والا وہ الغنی ہے یعنی ہر چیز سے بے پروا وہ المغنی ہے یعنی بے پرواہ کرنے والا وہ المانع ہے یعنی بندوں کو ہلاکت و نقصان سے باز رکھنے والا وہ الضار ہے یعنی ضرر پہنچانے والا وہ النافع ہے یعنی فائدہ پہنچانے والا وہ النور ہے یعنی روشن کرنے والا آسمان کو ستاروں سے اور روشن کرنے والا زمین کو انبیاء و صلحا و علماء کی روشنی سے وہ الھادی ہے۔ یعنی بندوں کو راستہ دکھانے والا ہے اور ہدایت دینے والا وہ البدیع ہے یعنی عالم کو پیدا کرنے والا بغیر مثال کے وہ الباقی ہے یعنی ہمیشہ رہنے والا وہ الوارث ہے یعنی موجودات کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا وہ الرشید ہے یعنی دنیا کا رہنما وہ الصبور ہے یعنی بردبار کہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا

خطبہ یوم الجمعہ ۷ر جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۶۱ء

ازجناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ

سوال

یہ کتاب مقدس کس نے نازل فرمائی

جواب

قولہ تعالیٰ (اَنۡزَلۡنٰهُ)

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے نازل فرمائی۔ یعنی اس اللہ تعالےٰ نے جو سارے جہاں کا خالق اور مالک ہے۔

سوال

کس کی طرف نازل فرمائی

جواب

قولہ تعالیٰ (اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡكَ كَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ عِیۡسٰی وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَ سُلَیۡمٰنَ ۚ وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۚ)

(سورۃ النساء رکوع ۲۳ پارہ ۶)

ترجمہ۔ ہم نے تیری طرف وحی بھیجی۔ جیسی نوح (علیہ السلام) پر وحی بھیجی۔ اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے اور ابراہیم (علیہ السلام)، اور اسمٰعیل (علیہ السلام)، اور اسحاق (علیہ السلام)، اور یعقوب (علیہ السلام)، اور اس کی اولاد اور عیسیٰ (علیہ السلام)، اور ایوب (علیہ السلام)، اور یونس (علیہ السلام)، اور ہارون (علیہ السلام) اور سلیمٰن (علیہ السلام) پر وحی بھیجی۔ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور دی۔

حاصل

یہ ہے کہ جس طرح پہلے ان مذکورالصدر انبیاء علیہم السلام پر ہم نے وحی بھیجی تھی ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی۔

پہلے انبیاء علیہم السلام

کی طرف من جانب اللہ تعالیٰ وحی نازل ہونے کا اقرار کرتے ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آنے کا کیوں انکار کرتے ہو۔

یہ تو

ایک طرح کی صریح بے انصافی کرتے ہو اللہ تعالےٰ تمہیں اس بے انصافی سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین

نئے پیغمبر بھیجنے کی حکمت

یہ ہے

کہ تم قیامت کے دن یہ عذر نہ کرنے پاؤ۔

قولہ تعالیٰ (وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِیۡرًا) (سورۃ الاحزاب رکوع ۸)

ترجمہ۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اے ہمارے رب انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر کیا تعلیم دی

پہلا شاہد

قولہ تعالیٰ:۔ (یَاۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ اے لوگو۔ اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

دوسرا شاہد

قولہ تعالیٰ (وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَیۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰكِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ)

(سورۃ النساء رکوع ۶ پارہ ۵)

ترجمہ۔ اور اللہ (تعالیٰ) کی بندگی کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو بیشک اللہ (تعالیٰ) اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور

اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ اور تمام اس قسم کے انسانوں کی خدمت کرو۔ تاکہ تمہارے اندر رعونت اور خود پرستی کا جذبہ پیدا بھی نہ ہونے پائے کہ میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہوں۔ اس انانیت کے جذبے کو نکالنے کے لئے سب کی خدمت کرنا لازم قرار دیدی۔

تیسرا شاهد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ پیغام خداوندی پہنچایا۔ قولہ تعالیٰ:۔ وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (سورۃ یٰس رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ۔ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

برادران اسلام

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۃ الجن رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ۔ پس تم اللہ (تعالیٰ) کیساتھ کسی کو نہ پکارو

لہذا

مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہ پکاریں۔ خواہ کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو۔ الحمد للہ میں بزرگوں کی بزرگی کو مانتا ہوں لیکن ان کے پکارنے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے۔ اور اس ارشاد الٰہی پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

چوتھا شاهد

قولہ تعالیٰ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورۃ الانعام رکوع ۱۷ پارہ ۸)

ترجمہ۔ اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اکثر آدمی

آپ دیکھیں گے۔ کہ بے جا خرچ کرتے ہیں۔ فقط لوگوں سے تعریف کرانے کے لئے حالانکہ دکھلانے کے طور پر مال خداوندی برباد کرنا یہ حرام ہے

کیونکہ شرعاً اس کو ریاء کہتے ہیں۔ اور ریاء شرک ہے۔

مثلاً

شادی کے موقعہ پر آتشبازی چلانا محض ریاء ہے۔ تاکہ لوگ واہ واہ کریں اور یہ گناہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جو احکام الٰہی ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔ جو ذکر کئے جاچکے ہیں۔ یہ معدودے چند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ارشادات پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

خدا سے اور خدا کے لئے محبت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ واتَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ رَوَاهُ الْبُخَارِي

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روحیں (جسموں میں داخل کرکے متفرق کردیا گیا۔ پس جو روحیں کہ (جسموں میں داخل کئے جانے سے پہلے آپس میں مانوس تھیں (اب بھی) آپس میں مانوس ہیں اور باہم اُلفت رکھتی ہیں اور جو روحیں اس وقت انجان و نامانوس تھیں۔ وہ آپس میں (اب بھی) اختلاف رکھتی ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهُ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْاَرْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے۔ تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت کر پھر جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اور آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے (یعنی زمین کے لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے۔ کہ میں فلاں بندہ سے بغض رکھتا ہوں۔ تو بھی بغض رکھ جبرئیل بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ اور آسمان میں اعلان کردیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے بغض رکھو۔ اور آسمان والے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی بغض رکھا جاتا ہے۔ یعنی زمین والے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ (مسلم)

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

مسٹر آر، اے نہرا

اِسلام کی حقّانیّت

(ایک غیر مسلم کی نظر میں)

کچھ عرصہ قبل لندن کی "اسلامک سوسائٹی" کے اجلاس میں ایک ہندو وکیل مسٹر آر۔ اے نہرا نے "اسلام اور اجتماعی زندگی" کے موضوع پر ایک مقالہ پیش کیا تھا۔ اس قابل قدر مقالہ میں انہوں نے کاروباری، صنعتی اور عام اخلاق کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر اپنے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی۔

تین اسباب ہیں جن کی بناء پر ایک ہندو اس موضوع پر تقریر کر رہا ہے۔ سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ مَیں اگرچہ ہندو پیدا ہوا۔ لیکن بچپن سے ہمیشہ مسلمان ہمسایوں اور دوستوں میں رہا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندو، مسلمان الگ الگ نہیں رہتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندو مذہب اپنے پیروؤں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دوسرے مذاہب کو برا کہیں یا نظر حقارت سے دیکھیں رواداری اور غیر ضرر رسانی ہندو دھرم کے اساسی اصول ہیں۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ اور پندرہ سال سے اسلامی قانون کی پریکٹس کر رہا ہوں۔

مَیں اپنے موضوع کو حسب ذیل عنوانات میں تقسیم کروں گا۔

(۱) کاروباری اخلاق (۲) صنعتی اخلاق (۳) عام اخلاق۔

مَیں ہر عنوان میں اختصار برتونگا البتہ ساتھ ہی ساتھ مجھے اپنے بیان کی توضیحی مثالیں بھی دینی ہیں۔ جو مجھے اپنے چند سال کے پیشہ کے تجربات میں ملی ہیں۔ میں یہ بات صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ میرا موضوع تقریر اخلاق وہ اصلی معیار ہے۔ جس کی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظیم المرتبت ہستی نے بنا ڈالی، تبلیغ کی اور جس پر انہوں نے اور ان کے سچے پیروؤں نے عمل فرمایا۔ یہ معیار اتنا اعلیٰ ہے کہ عہد حاضر کا ہر وہ مرد یا عورت جو مادیت کے سیلاب میں غرق ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرنے میں دقت محسوس کرے گا۔

کاروباری اخلاق

سب سے پہلے کاروباری اخلاق کو لیجئے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ روئے زمین پر اسلام ہی وہ اکیلا مذہب ہے جو سود کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر آپ اس مفید ترین اور اعلیٰ اصول کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ موجودہ اقتصادی نظام جس کا دار و مدار سود پر ہے سراسر غلط ہے۔ روپیہ ایک جاندار چیز نہیں وہ دوگنا چوگنا نہیں ہوتا ایک پونڈ خواہ وہ چاندی کا ہو یا سونے کا، جہاں کہیں اور جس زمانے میں بھی ہوگا کسی طرح بھی دو پونڈ میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک ہی پونڈ رہے گا خواہ وہ کسی بادشاہ کے ہاتھ میں ہو یا کاشت کار کے ہاتھ میں، فوجی جنرل کے ہاتھ میں ہو یا ڈاکو کے ہاتھ میں۔ یہی وجہ ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو سود لینے اور دینے سے منع فرمایا۔

حرص کی ایجاد کردہ چیزوں میں سود بنی نوع انسان پر بے رحمی کی بدترین شکل ہے جس کا ارتکاب مادیت سے مغلوب اور روحانیت سے بے بہرہ مخلوق احمقانہ پندار کے ساتھ کرتی رہتی ہے۔ سود کے لین دین کے نتائج بہت دُور رس اور معاشرہ کے ذہنی سکون کو بری طرح تہ و بالا کرنے والے ہوتے ہیں۔ عہد حاضر کے قوانین کی رُو سے ۴۸ فی صدی تک سود لینا روا ہے۔ شاید آپ لوگوں میں سے بعض اس بات سے واقف ہوں کہ انگلستان میں ایک سود خوار ۴۸ فیصد تک سود قانوناً لے سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر ایک شخص آج سو پونڈ قرض لیتا ہے تو سال بھر میں اسے ۴۸ پونڈ دینے ہوں گے اور دو سال گزر جانے پر زر اصل سے تقریباً دوگنی رقم دینی پڑے گی۔

اس مہاجنی سود کی بدولت خدا معلوم کتنے خاندان تباہ ہو چکے ہیں۔ میں نے خود ایسے واقعات دیکھے ہیں جن میں ان سود خواروں ہی کی وجہ سے تباہی آئی۔ جب کوئی شخص ان سود خواروں کے چنگل میں گرفتار ہو جاتا ہے تو شرح سود کی زیادتی کی بدولت شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص حریص ساہوکار کے پنجے سے صحیح و سالم نکل سکے۔ موجودہ زمانے کے ماہرین اقتصادیات سود کے کاروبار کی تعریف میں رطب اللسان ہیں آخر کیوں؟ محض اس لئے کہ سود کے اصول کی وجہ سے ان کے ہاتھ زائد رقم لگ جاتی ہے جو ان کی نہیں ہوتی۔ یہ سودی کاروبار بہت ہی مہیب پیمانے پر جاری ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حرص اور خود غرضی اپنی انتہائی خوف ناک شکل میں پھیلی ہوئی ہے اور اقوام عالم ایک قعر عظیم کے کنارے آ لگی ہیں۔ اور ہر وقت اپنے ہاتھوں پیدا کی ہوئی تباہی میں گر جانے کے لئے تیار ہیں۔

سُود ایک کا ۰۰۰۰۰!

تعمیری انجمنیں، بنک اور بیمہ کمپنیاں سطحی اعتبار سے مضبوط معلوم ہونے کے باعث بہت ہی مفید اور ضروری ادارے سمجھی جاتی ہیں۔ اب مَیں آپ کے سامنے ایسی مثال پیش کروں گا جو میرے جیسے پیشہ والوں کو اپنے پیشہ کے سلسلہ میں اکثر پیش آتی ہیں

ایک شخص نے ایک مکان بارہ سو پونڈ میں خریدا اور یہ طے پایا کہ وہ ماہ بماہ آٹھ پونڈ کی قسطیں ادا کرے گا۔ ان آٹھ پونڈوں میں نصف سے زائد رقم پہلے دس سال کے سود کی رقم ہے۔ وہ شخص سات تک یہ قسطیں کسی نہ کسی طرح ادا کرتا رہا۔ آٹھویں سال وہ بیمار پڑا اور ساتھ ہی اسے کاروبار میں خسارہ ہوا اور دو تین ماہ تک قسطیں ادا نہ کر سکا۔ تعمیراتی انجمن جو سودخوار ہی کی ایک معزز شیطانی شکل ہے ہر ماہ اس پر تاوان عائد کرتی رہی۔ میں اس غریب مگر ایماندار خریدار کا قانونی مشیر تھا، وہ بے چارا قسطیں ہی ادا کرنے سے قاصر تھا۔ تاوان کا بار کہاں سے ادا کرتا۔ مگر قانوناً یہ تاوان لگانے والے سودخوار حق بجانب تھے۔ انجام کار انجمن نے اپنے مشیران قانون کو اس خریدار پر مقدمہ دائر کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے ان کے پاس جاکر بہ منت استدعا کی اور اس ایماندار خریدار کی تفصیلی صورت حال بیان کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ "ہمیں افسوس ہے لیکن کیا کیا جائے۔ قاعدہ کی پابندی لازمی ہے۔ اور ڈائرکٹران بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ واجب الادا قسطوں کی وصولی کا سلسلہ جاری رکھیں"۔ اس کے بعد انہوں نے مقدمہ دائر کر دیا۔ اور بالآخر اس مکان کا قبضہ حاصل کرکے اس شخص کو مع اس کے گھر والوں کے اس مکان سے جس میں ان کے سات برس گزرے تھے نکال باہر کیا۔

یہ ساری کارروائی از روئے قانون جائز تھی اور بعض لوگ کہیں گے کہ یہی مناسب تھا۔ لیکن کیا انسانیت اسی کا نام ہے؟ اگر سود کا اصول نہ ہوتا تو یہ شخص زر اصل بآسانی ادا کر چکا ہوتا۔ اور کمپنی اتنی بے رحمی سے کام نہ لے سکتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں کمپنی کو نہ کوئی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ طمع دامن گیر ہوتی کہ وہ شخص مذکور پر مقدمہ چلا کر مکان پر قبضہ کریں اور اس مکان کو پھر کسی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالیں جو باقاعدہ اصل و سود ادا کرتا رہے۔ اسلام کے قانون کے مطابق ایک تاجر اپنے ہم پیشہ تاجر دوست کو روپیہ قرض دیتا ہے اور مقروض اس رقم کو بہ شکریہ اور احساس مندی کے ساتھ واپس کرتا ہے۔ خیال تو کیجئے کہ یہ اصول کتنا زیادہ مبنی بر انسانیت ہے۔ اور سود نہ لینے کے اور شریفانہ اصول میں کتنی خالص ہمدردی اور محبت مضمر ہے۔ کوئی شخص بھی اپنے روپے کو سود پر چلا چلا کر اپنی حرص میں اضافہ نہیں کرتا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کاروباری معاملات میں انسانیت برتی جائے تو خودغرضی میں کمی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ زندگی کے جھگڑے گھٹیں گے اور روزمرہ کی زندگی اور کاروباری معاملات میں زیادہ اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

میں عہد حاضر کے سودخوار اداروں کی شقاوت اور خارج از انسانیت کارروائیوں کی بیسوں مثالیں دے سکتا ہوں۔ اسلام کے متعلق بہت سے لوگ عجیب عجیب نظرئیے رکھتے ہیں۔ اور بہت کم ایسے ہیں جو اسلام کی اس اصلی اور بے لاگ شکل کا مطالعہ کرتے ہیں جو اس کے ضعیف دماغ والے اور محض زبانی پیروؤں کی آمیزش سے پاک ہے۔

کاروباری اخلاق کے بعد ہم صنفی اخلاق کو لیتے ہیں۔ آپ میں سے بعض نے سنا ہوگا کہ اسلامی قانون میں ایک اصول "خلوت صحیحہ" کا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ یہ اخلاق کا ایک بلندترین اصول ہے جو انسانوں کے لئے ان کے ان ذاتی تعلقات میں جو وہ صنف مقابل سے رکھتے ہیں واجب العمل بتایا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں ان لوگوں کے فائدے کے لئے جو اس اصول سے ناواقف ہیں اس کی تعریف بیان کر دوں اس عظیم الشان شارع (اسلام) کے زمانہ میں گو علم برقیات کا ایسا پرچار نہ تھا۔ لیکن وہ انسانی زندگی میں علیحدگی کی ضرورت اور بھلائی سے بخوبی واقف تھے۔ سائنس کی اصطلاح میں بھی انسانوں کا باہمی صنفی تعلق "برقی رو" ہی کا نام ہے۔

جس طرح انسانی زندگی کے تسلسل کے لئے یہ صنفی تعلق ضروری ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی ضروری ہے کہ وہ قواعد اور اصول بھی عمل میں لائے جائیں جن کے ذریعہ انسانیت کا بہترین طریقہ پر تحفظ ہو سکے۔ اور اس کا قیام معاشرہ کے تباہ و برباد ہوئے بغیر رہ سکے۔

انسان لازمی طور سے ایک پیکر اخلاق ہے۔ آپ نے یہ کہاوت سنی ہوگی "اگر دولت چلی گئی تو کچھ بھی نہ گیا اگر تندرستی چلی گئی تو کچھ چلا گیا اور اخلاق چلا گیا تو سب کچھ چلا گیا"۔ ایک انسان بغیر اعلیٰ اخلاق کے ایک درندہ سے بدتر اور ایک سانپ سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظیم المرتبت ہستی نے اعلیٰ اخلاق کے تحفظ کا اعلیٰ ترین اصول (خلوت صحیحہ کی صورت میں) بیان فرما دیا۔ اسلامی قانون میں خلوت صحیحہ کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک مرد اور عورت جو ایک دوسرے کے غیرمحرم ہیں کسی جگہ اکٹھے اس حال میں پائے گئے کہ وہ تنہا ہیں اور وہاں کسی قسم کا اندیشہ نہیں تو قانون کے ظاہری اعتبار سے گویا وہ مرتکب جرم ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے گو "نیم قانونی" الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن مطلب کی خاصی وضاحت ہو گئی ہے۔ اب میں اسی برقی رو کی مثال کو پھر بیان کرتا ہوں۔ جو لوگ علم برق کے اصول سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ برقی رو مثبت اور منفی دو قسم کی ہوتی ہے یہ دونوں قسمیں باہم ملنے کے لئے ہمہ وقت تیار اور بے تاب رہتی ہیں۔ جب تک ان دونوں کے مابین خاصہ فاصلہ رہتا ہے یا دونوں کو علیحدہ رکھنے والی کوئی چیز موجود ہوتی ہے اس

وقت تک یہ دونوں اپنے اپنے خول میں دوڑتی رہتی ہیں۔ لیکن جونہی علیحدہ رکھنے والی چیز ہٹا دی جاتی ہے یا باہمی فاصلہ ایک خاص حد تک کم کر دیا جاتا ہے فوراً دونوں ایک دوسرے کی طرف لپکتی ہیں اور شعلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر چاہے ساری دنیا مل کر شعلہ نہ اٹھنے کی دعا کرے تب بھی اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فطرت کا اصول

ہر چیز کے لئے فطرت نے قانون اور اصول مقرر کر رکھے ہیں۔ ہر قانون توڑوگے تو اس کا انجام بھی بھگتوگے انسانی اور اخلاقی دنیا بھی اٹل قوانین سے اسی طرح جکڑی ہوئی ہے جس طرح جسمانی دنیا۔ بنا بریں خلوت صحیحہ ہی کا اعلیٰ اصول مرد و عورت کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ ترین اخلاق کو قائم رکھیں۔ یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق یورپ میں لوگ نوجوانوں کو علیحدہ رکھنے کے لئے محافظ عورتیں رکھتے ہیں۔ اسلام ان لوگوں کی ہرگز ہمت افزائی نہیں کرتا جو اچھے اصولوں کو پرانے اور دقیانوسی کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے مانا کہ اب بہت سے مسلمان سچے مسلمان نہیں اور اسلام کے اعلیٰ معیار کے عامل نہیں۔ لیکن میرا مقصد تو صرف یہ بتانا ہے کہ اسلام میں ایک ایسا معیار موجود ہے۔ کون شخص ہے جو دنیا میں بد اخلاقی کے سیلاب کی روز افزوں زیادتی سے جس کا نتیجہ دنیا کے روز افزوں زوال کی صورت میں نکل رہا ہے بیخبر ہے؟ وہ دن دور نہیں جب ہمیں باوجود اس کے کہ ہم دنیا میں اہم اور معزز حیثیت رکھتے ہیں ان لوگوں کی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جو اخلاق کے اعلیٰ اصول ملحوظ نہیں رکھتے۔

موجودہ زمانہ کا رواج ہے کہ نوجوان مرد و عورت کھلے بندوں پھرتے رہتے ہیں اور جب چاہیں بلا کسی پابندی کے باہم ملتے ہیں۔ یہ رواج دنیا کی موجودہ غیر اطمینان بخش حالت کا ذمہ دار ہے۔ مسرت گھٹ رہی ہے اور بے چینی بڑھ رہی ہے۔ میں نے انگلستان میں اپنی نو سالہ پریکٹس کے دوران میں بہت سے ازدواجی مقدموں میں پیروی کی ہے جن میں فریقین زیادہ تر انگریز تھے۔ اس لئے میں بیان کر سکتا ہوں کہ ان زوجین کی زندگی جو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر عمل پیرا نہیں ہوتے کتنی ناخوشگوار ہوتی ہے۔ بعض مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب اور اس کے اعلیٰ معیار کو بھلا کر اپنے سر مصیبت مول لی ہے۔ افراد کی اور ان کے توسط سے اقوام اور دنیا کی صحت اور مسرت کا دار و مدار اخلاق اور اس کے اچھے اور عمدہ معیار پر ہے جو کہ کاروباری زندگی اور خانگی زندگی دونوں میں برتا جاتے اسلام اس معیار کو بہم پہنچاتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ہر مسلمان ہو جائے کیونکہ اس وقت اسلام زیادہ پھیلے گا اور دوسرے مذاہب سے وسیع تر اس کی اشاعت ہوگی۔

عام اخلاق

اب میں چند باتیں عام اخلاق کے متعلق کہوں گا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر قسم کی نشہ آور چیزوں شراب وغیرہ کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی دنیا خصوصاً نئی دنیا جان چکی ہے کہ روزمرہ کی زندگی کی بہتری اسی میں ہے کہ شراب جیسی بری چیز سے احتراز کیا جائے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسی حال میں اور کسی رسم کے موقع پر شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ شراب کی خرابیاں بحیثیت مجموعی اتنی زیادہ معلوم و معروف ہیں کہ ان کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ ہر سال اس کی بدولت کتنے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہجیلے اور ہونہار اشخاص شروع ہی میں اپنے مفید کارنامہائے حیات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں عیش پسندی کو بھی سختی کے ساتھ قابل تحقیر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ اپنی دیواروں پر یا کہیں اور جگہ تصویریں لگائے۔ زندگی کی سادگی اس کا اعلیٰ ترین مقصد رکھا گیا ہے۔ یہ عیش پسندی ہی ہے جو لوگوں میں تفرقہ ڈالتی اور امیروں کو خودغرض اور غریبوں اور مستحقوں سے بے پروا بناتی ہے جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے اس پر نظر ڈالئے۔ وہاں یہ ممکن ہے کہ ایک دولت سے لدا پھندا امیر لندن کے مشرقی حصہ میں ایک غریب بھائی رکھتا ہو۔ مغربی حصہ لندن کے تمام تھیٹر، سینما اور ریسٹورنٹ ہر روز بھرے رہتے ہیں۔ درآنحالیکہ لاکھوں آدمیوں کو کھانا اور ضروری کپڑا میسّر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ صورت حال طبعی اور صحیح سمجھی جاتی ہے۔ افسوس محض ذاتی مفاد کے لئے انسان کتنی بری طرح انصاف اور راستی کے معیار کو توڑ مروڑ دیتے ہیں۔

(شہاب' لاہور)

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب کسی بندے کے لڑکے کا انتقال ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ (بطور شفقت) اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ کہ تم نے میرے بندہ کے لڑکے کی روح کو قبض کیا۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کے ثمر اور کلی کو چھین لیا۔ فرشتے کہتے ہیں جی ہاں۔ پھر اللہ العالمین فرماتا ہے۔ کہ اس پر میرے بندہ نے کیا کہا۔ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میرے بندہ کے لئے جنت میں ایک محل بنا دو۔ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا حدیث حسن ہے

كُنْ فِى الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (الحدیث)
دنیا میں ایسا رہ کہ گویا تُو مسافر یا راہگیر ہے

دُنیا کا مُسافر

مولانا سعد حسن خاں یوسفی ٹونکی

دُنیا میں انسان کا وجود

دنیا میں انسان کا وجود اس کی رفتار کا پہلا قدم ہے۔ جب سے کہ یہ دنیا میں آیا ہے اس کو ایک منٹ کے لئے قرار نہیں سکون سے یہ آشنا نہیں قرار کا یہ خوگر نہیں۔ حرکت سے یہ زندہ ہے۔ سکون سے یہ مردہ ہے۔ وجود میں انسان کا آنا تھا کہ ایک مسافر کی طرح ایک رُخ میں یہ چل پڑا۔ اس کے آگے پیچھے کی دو طرفیں قائم ہو گئیں۔ دنیا اس کے پیچھے ہے آخرت اس کے آگے ہے۔ لمحہ بلمحہ پیدائش سے دُور تر اور موت و قبر سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ دنیا کو چھوڑتا جاتا ہے آخرت کی طرف بڑھتا جاتا ہے اس کے بدن کو سکون و قرار ملتا ہے مگر اس کی زندگی کو لمحہ کے لئے قرار نہیں۔ یہ چلتا ہے تو وہ چلتی ہے یہ سوتا ہے تو وہ چلتی ہے۔ غرض چلنے سے اس کو کام ہے آگے بڑھنے سے اس کو سروکار ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا راہگیر نہیں جو کبھی نہ ٹھہرتا ہو۔ دنیا میں کوئی ایسا مسافر نہیں۔ جو کبھی دم نہ لیتا ہو مگر انسان کی حیات وُہ راہ گیر و مسافر ہے جو منزل مقصود موت ہی پر پہنچ کر سانس لیتی ہے۔ دنیا کے سارے خطرات کو جھیلتی، ہر مصیبت و آفت کی گود میں کھیلتی آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ قدرت کی مقررہ حد اجل تک پہنچ کر ہمیشہ کے لئے ٹھہر جاتی ہے۔ یہ بار بار ٹھہرنا نہیں جانتی اسی طرح یہ ایک بار ٹھہر کر پھر چلنا نہیں جانتی۔ دنیا اس کی حرکت کا میدان ہے اور آخرت اس کے سکون ابدی کا مقام۔ موت سے پہلے جو خطرہ اس کو پیش آئے، جس محنت و مشقت سے اس کو سابقہ پڑے اس کی رفتار میں فرق نہیں آتا ہر دقت و مصیبت کو سر کرتی ہوئی، ہر سنگ راہ سے ٹکراتی ہوئی آخرت کی طرف تیزی سے بڑھتی جاتی ہے۔ اپنے خالق سے جلد ملا چاہتی ہے۔

خالق دو جہاں کا صاف ارشاد ہے۔ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ۔

ترجمہ:۔ اے انسان تُو دنیا کی راہ میں محنت و مشقت سے گذرتا ہُوا اپنے پروردگار کی جانب چلا جا رہا ہے پس تو اس سے جا ملیگا۔

یعنی نہ تو ایک جگہ قائم ہے نہ پیچھے ہٹ رہا ہے بلکہ تیرا ہر قدم مسافر کی طرح آگے ہی آگے اپنے رب کی طرف تیزی سے اٹھتا جا رہا ہے۔ آخر ایک روز تو اپنے پروردگار کے روبرو پہنچ کر اس سے جا ملے گا۔ بزرگوں نے زندگی کو اس تیزرَو دریا سے تشبیہ دی ہے جو جوش و خروش سے بہتا ہُوا پہاڑوں اور ٹیلوں سے ٹکراتا ہُوا ہر بلندی و پستی سے گذرتا ہُوا غرض تلاطم کا ایک طوفان برپا کرتا ہُوا سمندر کی طرف تیزی سے بڑھتا جاتا ہے اور اس کو اپنی پوری راہ میں سکون و قرار نہیں۔ البتہ جب یہ اپنا طوفانی سفر طے کر کے سمندر کے پُرسکون ساحل سے جا ملتا ہے تو اپنا اضطراب بھول کر سمندر کی گود میں جا سوتا ہے اور مکمل سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔ بس یہی حال انسان کی دنیاوی زندگی کا ہے کہ سفر دنیا میں یہ ایک تلاطم میں ہے، نشیب و فراز میں ہے۔ کبھی صحت و تندرستی کے دَور سے گذر رہی ہے تو کبھی بیماری کے دن کاٹ رہی ہے کبھی امیری کا زمانہ ہے تو کبھی محتاجی کے تلخ دن اس کے نصیب میں ہیں۔ بس ابدی قرارگاہ آخرت میں پہنچ کر ہی اس کو قرار اور سکون نصیب ہوتا ہے اور اسی لئے آخرت کو "دارُالقرار" کہا ہے۔

سفر دنیا کی منزلیں

اے دنیا کے مسافر! یہ تیرا بچپن، یہ تیری جوانی اور یہ تیرا بڑھاپا، تیرے راستہ کی منزلیں اور راہ کی قرارگاہیں ہیں جن پر کچھ مدت رہتا ہُوا تُو آگے ہی آگے چل رہا ہے اور اپنے پروردگار سے روز بروز قریب تر ہوتا جا رہا ہے اسی طرح یہ رات و دن جو تجھ پر روز آ رہے اور جا رہے ہیں یہ مہینے اور سال جن کو تُو اپنی زندگی میں ختم کرتا جا رہا ہے۔ یہ تیری راہ کے چھوٹے بڑے نشانات و علامات ہیں جن پر سے تو گذر رہا ہے اور ایک ایک کر کے سب کو چھوڑ رہا ہے۔ ان سے تُو پتہ لگاتا ہے کہ دنیا میں تُو اپنا کس قدر راستہ طے کر چکا اور آخرت کی طرف کتنا بڑھ چکا بلکہ یہ خود تیرا لگایا ہُوا انداز ہے جس سے تُو اپنے سفر دنیا کو ناپتا اور جانچتا ہے تیرے خالق کا انداز اس سے جُدا اور نرالا ہے اس نے انسان کی زندگی کو نہ گھڑیوں اور دنوں سے ناپا ہے نہ مہینوں اور برسوں سے جانچا ہے بلکہ سانسوں سے اس کے نشانات سفر قائم کئے ہیں اور یوں تیزرفتاری بتا کر انسان کی آنکھیں

کھولی ہیں۔ انسان کہہ سکتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی کا ایک دن گذارا مگر اُس کا خالق کہے گا کہ اس نے دن میں اپنی زندگی کے اتنے ہزار سانس لے ڈالے۔ چنانچہ ارشاد عالی ہے۔ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔

ترجمہ:- کہ ہم ان کے سانس گن رہے ہیں۔

انسان کے سفر کا خاتمہ بھی سانس ہی سے ہوگا اس کو دنیا سے جانے میں دن نہ لگیں گے۔ بلکہ جس لمحہ میں سانس رُکے گا۔ اسی لمحہ میں یہ دوسرے عالم میں قدم رکھے گا۔ اشارہ میں دنیا کی سرحد سے پار ہوگا۔ سفر چھوڑ کر مقیم ہوگا۔ ابھی یہاں تھا اور ابھی وہاں ہوگا۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اَلْمُبَادَرَةَ اَلْمُبَادَرَةَ فَاِنَّمَا هِيَ الْاَنْفَاسُ لَوْ حُبِسَتْ اِنْقَطَعَتْ عَنْكُمْ اَعْمَالُكُمُ الَّتِيْ تَتَقَرَّبُوْنَ بِهَا اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ رَحِمَ اللهُ اِمْرَءً نَظَرَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَبَكٰى عَلٰى عَدَدِ ذُنُوْبِهٖ۔

ترجمہ۔ جلدی کرو جلدی کرو تمہاری زندگی کیا ہے۔ یہی سانس ہیں کہ اگر یہ سانس رُک جائیں تو تمہارے اُن عملوں کا سلسلہ ٹوٹ جائے جن سے تم اللہ عزّ و جل سے نزدیکی حاصل کر رہے ہو۔ اللہ رحم فرمائے اس آدمی پر جس نے اپنا خود کا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر چار آنسو گرائے

پھر آپ یہ آیت قرآنی تلاوت کرتے۔ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ اور فرماتے اٰخِرُ الْعَدَدِ خُرُوْجُ نَفْسِكَ اٰخِرُ الْعَدَدِ فِرَاقُ اَهْلِكَ، اٰخِرُ الْعَدَدِ دُخُوْلُكَ فِيْ قَبْرِكَ

(احیاء)

ترجمہ:- یعنی جب تم آخری سانس لوگے تو تمہاری روح اس تن کو چھوڑتی ہوگی۔ جب تم آخری سانس لوگے تو اپنے گھر والوں کو الوداع کہتے ہوگے جب تم آخری سانس لوگے تو تم اپنی قبر میں رکھے جا رہے ہوگے

گویا ہماری زندگی کیا ہے انہیں پیہم سانسوں کا ایک سلسلہ ہے جس کی آخری کڑی ہماری موت کا سانس ہے۔ ملاحظہ کیجئے شیخ سعدیؒ نے انسان کو جب خالق کی شکرگذاری کے لئے ابھارا اور بیدار کیا تو یہ نہیں کہا کہ اے انسان ذرا سوچ کہ ہر گھڑی اور ہر دن تیرے خالق کے تجھ پر کس قدر احسانات و انعامات ہیں جن کا شکر تجھ پر لازم آتا ہے بلکہ زندگی کو انہیں سانسوں پر تقسیم کرکے ہر سانس پر دو احسانات الٰہی بتائے اور فرمایا۔ "ہر نفسے کہ فرو مے رود ممد حیات است و چوں می آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و در ہر نعمتے شکرے واجب"۔ یعنی ہر سانس پر اللہ عزّ و جل کے انسان پر دو انعامات ہیں۔ جب سانس اندر جاتا ہے ایک سانس کی مقدار زندگی بڑھ جاتی ہے گویا انسان اپنی زندگی کا ایک قدم اور آگے اٹھا لیتا ہے اور سفر دنیا کا ایک چھوٹا سا مرحلہ طے کر لیتا ہے اور زندگی چونکہ اللہ کی ایک نعمت ہے۔ اس لئے اس نعمت پر انسان پر شکرگذاری کی ذمہ داری آتی ہے۔ اسی طرح جب سانس باہر آتا ہے تو طبیعت کو فرحت و بحالی نصیب ہوتی ہے۔ مزاج میں بشاشت و شگفتگی پیدا ہوتی ہے اور اس پر بھی شکر واجب ہوتا ہے۔ یوں ہر سانس پر دو شکر واجب ہوتے ہیں۔ لیجئے حضرت شیخؒ نے ایک سانس کو بھی دو حصّوں پر تقسیم کرکے غافل انسان کو کیا خوب بیدار کیا۔ لمحہ لمحہ کی غفلت سے بچایا۔ پل پل کی ناشکری سے چھڑایا اور پورا پورا یاد مولا میں لگایا۔ گویا سفر دنیا کو کارآمد بنایا، منزل آخرت کو سُدھارا۔

منزل مقصود کی فکر

اے انسان اب جب تو اپنے پروردگار سے ملاقات کے لئے دنیا کا یہ سارا صعوبت و کلفت سے بھرا راستہ طے کر رہا ہے اور تو اس قدر تیز رفتار ہے کہ ایک دن میں اپنے سانسوں کے ہزاروں قدم اٹھا جاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے تجھ کو قرار نہیں تو تو نے اپنے اس سارے سفر دنیا میں یہ بھی کبھی سوچا کہ اپنے پروردگار کے پاس حاضری کے وقت تیرے ساتھ کیا پیش ہوگا۔ اور تیری کیسی بنے گی۔ تجھے راحت ملے گی یا تکلیف تیرا شمار نیکوں میں ہوگا یا بدوں میں۔ تجھ سے خدا راضی ہوگا یا ناراض۔ سفر تو پھر آخر سفر ہے تکالیف و مصائب کا گھر ہے۔ اَلم و غم سے پُر ہے اس کا ایک ایک قدم پُرخطر و پُر حذر ہے۔ اس لئے دنیا میں تجھ کو جو بھی تکلیف پہنچے اس پر کبیدہ خاطر و آزردہ دل ہرگز نہ ہو۔ سفر میں تکلیف کوئی انوکھی بات نہیں۔ راہ کی صعوبت کوئی اچنبھہ کی چیز نہیں لیکن اے دنیا کے مسافر جہاں تیرا سفر ختم ہوگا اور تو دنیا کی اس اضطرابی اور بے چین زندگی سے نکل کر اپنے پروردگار کے پاس دم لے گا اور تجھ کو قرار ابدی نصیب ہوگا وہاں کے لئے تو نے کچھ اسباب راحت اور سامان مسرت بھی اپنے ساتھ لیا یا نہیں کیونکہ پروردگار کے پاس پہنچتے ہی انسانوں کے دو طبقے ہو جائیں گے۔ ایک وہ جن کا حساب آسان ہوگا عتاب و سرزنش سے اُن کا دامن پاک ہوگا راحت و مسرت انہیں کے حق کی ہوگی۔ دوسرے وہ جن کے اعمال کا محاسبہ سخت ہوگا بات بات پر پکڑ اور گرفت ہوگی تکلیف و مصیبت انہیں کے نصیب کی ہوگی۔ اے دنیا کے مسافر نہ معلوم تیرا شمار کن میں ہو اُن میں یا اِن میں ہو۔

لہٰذا اے عقلمند انسان! تو یہیں سے اپنے آگے کی آخری منزل کے لئے سامان راحت لے چل ورنہ ہمیشہ پچھتائے گا۔ اور تیرے لئے کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ ہر ایک پر تو نظر امید لگائیگا۔ مگر تیرے کوئی کام نہ آئے گا۔ اور تیرا کوئی معاون و مددگار نہ ہوگا۔ تیرے اپنے بھی پرائے ہو جائیں گے۔ اور تجھ سے نظر پھیر لیں گے۔ آہ یہ وہ بے کسی کا دن ہوگا جو کسی نے اس سے پہلے نہ دیکھا ہوگا۔ ہر ایک کی نظر خود اپنے پر ہوگی دوسرے سے نفرت ہوگی۔ عزیز عزیز کا ساتھی نہ ہوگا۔ دوست دوست کا یار نہ ہوگا یاری و ہمدردی تو کجا الٹا بیزار ہوگا۔ اور نزدیکی سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی کو دغا دے گا جس پر دنیا میں وہ اپنا خون چھڑکتا تھا اور جس کی محبت و الفت کا ہر دم دم بھرتا تھا۔ بلکہ اس کو دیکھ دیکھ کر جلتا تھا۔ اولاد ماں باپ سے پھر جائے گی۔ اپنی ہو کر پرائی ہو جائے گی۔ سگی ہو کر غیر بن جائیگی گو دنیا میں ان پر اپنی جان نثار کرتی تھی مگر اس دن انہیں کی صحبت سے جان چرائے گی۔ خاوند اپنی چہیتی بیوی اپنی لاڈلی اولاد تک سے بیزار ہوگا جن پر دنیا میں جان و مال، عزت و آبرو اور دین و مذہب سب کچھ قربان کرتا تھا۔ اور بہر صورت ان کو خوش رکھتا تھا اپنی جان پر کھیلتا تھا مگر ان کی جان پر آنچ نہ آنے دیتا تھا۔ ان کی خوشی میں خوش اور ان کے رنج میں بے کل و بے چین رہتا تھا چنانچہ حضرت باری تعالٰے نے خود اس دن کی شناخت اس طرح کرائی ہے۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ۔

ترجمہ۔ یعنی قیامت کے دن انسان دور بھاگے گا اپنے بھائی اپنی ماں اپنے باپ اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے پھر یہ اچانک تبدیلی کیوں اور یہ یک بیک انقلاب کس لئے؟ یہ اس لئے لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔ کہ اس دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ جو اس کو دوسروں سے بےپروا کر دے گی۔ ہر ایک اپنی نمٹے گا دوسروں سے منہ موڑے گا۔ اپنی جان بچائے گا دوسروں کی فکر چھوڑے گا۔ حضرت عزاسمہ نے اسی دن کا تعارف کیں اس طرح سے فرمایا۔ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا۔ یعنی جس دن کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا۔ دنیا میں ایک انسان پر آفت آتی دوسرا آڑے آتا، اس کے لئے ڈھال بنتا، خود تکلیف جھیلتا مگر دوسرے پر آنچ نہ آنے دیتا، خود نقصان اٹھاتا مگر دوسرے کو نقصان کا منہ نہ دیکھنے دیتا۔ غرض ایک دوسرے کے لئے ڈھارس بنتا مگر ہائے قیامت کا وہ ہولناک اور ہوش ربا دن ہوگا جبکہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ نہ نقصان ٹال سکے گا نہ نفع پہنچا سکے گا۔ بس ہر ایک اپنی دھن میں ہو گا اور اپنی ہی جان کی فکر میں پڑا ہوگا۔ نفسی نفسی پکارتا ہوگا۔ دنیا کے سارے رشتے پارہ پارہ ہوں گے تعلقات کا شیرازہ بکھرا ہوگا اپنے پرائے کا فرق مٹا ہوگا۔

دنیا میں آخرت کا دھیان

بس اے ہوشمند انسان یہیں دنیا میں ہوش لے اور اس آگے آنے والے ہولناک دن کے لئے کچھ لے چل اگر یہاں ہوش نہ لے گا۔ تو وہاں جاکر تجھ کو لامحالہ ہوش آئے گا۔ مگر وہ ہوش تیرے کام نہ آئے گا۔ ارشاد ہے وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ۔ کہ جب قبریں اکھڑی جاویں گی (اور مردے نکالے جائینگے) تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنے سفر دنیا کی آخری منزل (آخرت) کے لئے کیا آگے بھیجا۔ اور کیا پیچھے چھوڑا۔ کیا لایا کیا چھوڑ آیا، کیا بنا لایا کیا کھو آیا۔ غرض قیامت میں اصل حقیقت کھل جائے گی۔ جھوٹ سچ سے نکھر جائیگی۔ غفلت بیداری سے بدل جائے گی۔ مگر گذشتہ کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ ندامت و پشیمانی ہوگی، یاس و حسرت ہوگی اور اسی طرح ابدی زندگی کٹے گی۔ پھر یہیں دنیا سے انسان آگے کے لئے کچھ کیوں نہ لے چلے۔ فنا سے بقاء کا راستہ کیوں نہ بنائے۔ دنیا کی بےچین زندگی میں آخرت کی چین کی راہیں کیوں نہ نکالے۔ اس دنیا میں سب کچھ کر سکتا ہے آخرت میں کچھ نہیں کر سکتا۔ جو یہاں نہ کیا وہاں اس کی تلافی نہ کر سکا۔ لہٰذا اے دنیا کے مسافر! اس سفر کو غفلت سے نہ گذار۔ دیدہ و دانستہ نابینا نہ بن آنکھ کھول حقیقت کو سمجھ۔ راہ کو راہ سمجھ منزل کو منزل۔ کیا تو یہاں رہنے کی خوابیں دیکھتا ہے۔ کیا کوئی رہا کہ تو رہے گا۔ تو یہ نہیں سوچتا کہ تیرے اس راستہ پر کتنے راہگیروں کے نشانات قدم ہیں جن کو تو آج یہاں نہیں پاتا۔ مکان ہیں مکین نہیں۔ گھر ہیں گھر والے نہیں۔ کیونکہ یہ راہ طے کر چکے تو ابھی راہ میں ہے، یہ گذر چکے تو ابھی گذرگاہ میں ہے۔ یہ کھو چکے یا بنا چکے تو ابھی امتحان میں ہے۔ بس خدا را خود کو راہ گیر خیال کر۔ اس راہ دنیا کی تکلیف سے دل اٹھا، راحت سے دل نہ لگا۔ یہاں کا دکھ منزل کا سکھ ہے۔ یہاں کا سکھ منزل کا دکھ ہے۔ اس زریں نکتہ کو اگر تو سمجھ گیا تو آخرت میں سکھ پائے گا۔ امن و چین سے رہے گا۔ دوسرے روئیں گے تو ہنسے گا، دوسرے پچھتائینگے تو اپنے کئے کا پھل پائے گا۔

یاد رکھ دنیا میں تو اپنی مرضی سے نہیں آیا ہے بلکہ لایا گیا ہے اور وہ بھی بےمقصد نہیں مستقبل کو بنانے کے لئے راہ دنیا پر چلایا گیا ہے۔ تو اس سفر سے اقامت کا دھوکا نہ کھا۔ تو اپنے آگے پیچھے کو دیکھ یہ نہ دیکھ تو کیا ہے بلکہ سوچ تو کیا تھا اور کیا ہو جائے گا۔

تُو دو عدموں میں گھرا ہوا ہے۔ عدم سے آیا ہے عدم کی طرف چل رہا ہے۔ یہ تیرا سفر دنیا چند روزہ ہے تُو دنیا سے ایک تیزرو مسافر کی طرح جلد گذر جائے گا راہ کو چھوڑ جائے گا مگر اس راہ کا عمل تجھ کو نہیں چھوڑے گا۔ . . .

. . . .

اُدھر مرا اِدھر تیرے سامنے کھڑا ہوگا۔ بس اُس بے لبسی کا دھیان ذرا دل میں لا کہ تیرا عمل تیرے سامنے ہو۔ تیرا کوئی غمخوار نہ ہو نہ اپنا ہو نہ پرایا ہو نہ مددگار و معاون ہو اور نہ ہمدرد و دلگیر ہو بس تُو ہو اور تیرا عمل ہو۔ اُس وقت بگڑی تو کون سنبھالے گا کس کے دامن میں امن لے گا کس کی پناہ ڈھونڈے گا۔ یہ دنیا کا دن نہ ہوگا۔ کہ کسی انسان کی تو آڑ پکڑ لے۔ جان بچالے، آفت سے خلاصی پالے، آئی مصیبت کو سر سے ٹالے اور اپنی ڈوبتی کشتی کو کسی طرح پار لگالے۔ اس دن نہ رشتہ چلے گا نہ ناتا، نہ ملنساری کام آئے گی نہ آپس داری، بس اپنے عمل کا بوجھ خود ہی اُٹھانا ہوگا اپنے کئے کام کا آپ ہی ذمہ دار ہوگا۔

اس بے کسی و بے بسی اور تنہائی و پریشانی کے عالم میں اے انسان تُو اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہوگا۔ اور تجھ سے سخت جواب طلب ہوگا تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور کھلا فرمان ہے

لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔

(ترمذی)

ترجمہ:۔ کہ قیامت کے دن انسان کے قدم جنبش میں نہ آئیں گے جب تک کہ اس سے یہ پانچ باتیں دریافت نہ کر لی جائینگی اس سے پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کو اس نے کس کام میں صرف کیا۔ اپنی جوانی کس کام میں ختم کی۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق کیا عمل کیا۔

لہٰذا اے دنیا کے مسافر! اگر تُو نے سفر دنیا کو غفلت سے گذارا اور صرف کھایا اور پیا۔ اور یوں ہی آخرت کو سدھارا تو یاد رکھ تُو ان میں سے ہر سوال کے جواب میں لاجواب ہوگا۔ عذاب الٰہی کا شکار ہوگا اپنے کئے پر پیستاتا اور پچھتاتا ہوگا۔ کہتا ہوگا ہائے دنیا میں کچھ کر لاتا۔ تو آج اپنے کئے پر زار زار نہ روتا۔ دنیا میں منزل آخرت کے لئے کچھ سامان راحت بنا لاتا۔ تو آج سرخرو ہوتا ابدی زندگی بناتا۔ دنیا کی زندگی جس کی محبت میں تو کھویا گیا ہے اس کی محبت میں خدا را آخرت کو نہ کھو۔ یہ تیری فانی حیات جس کی اُلفت میں تُو فنا ہے للہ اس کی الفت میں سعادت ابدی کو فنا کے گھاٹ نہ اتار۔ فانی کو فنا ہونے دے باقی کی درستی میں لگ۔ دنیا ہاتھ سے چھن کر رہیگی آخرت سامنے آکر رہے گی۔ بس تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ قدم قدم پر آخرت کا دھیان رکھ خالق کے سامنے پیشی کو یاد رکھ۔ یہ تیری زندگی تیری اصل پونجی ہے جس کے نفع میں تجھے آخرت کمانا ہے اور وہاں کے لئے کچھ بنانا ہے۔ اور وہاں نہیں یہیں سے کچھ لے جانا ہے۔ اگر تُو نے دنیا کو برتا آخرت کو بھلایا تو یوں سمجھ لو۔ کہ تُو نے اصل پونجی کھائی۔ اب نفع کی امید کیسی۔ محض دنیا بنائی اب آخرت کی درستی کیسی۔

یہ تیری جوانی جو تیری عمر کی بہار ہے جو تیری پوری زندگی کا نکھار ہے جس میں بدن طاقت سے بھرپور ہے دل بے پناہ امنگوں سے مالامال ہے یہ در اصل تیری گردن پر احسانات کا بار ہے۔ اس کا حق ادا کر۔ اس کے قیمتی دنوں کو یوں ہی نہ گنوا۔ اس زرّیں موقع کو یونہی ہاتھ سے نہ دے۔ ان دنوں کو غنیمت جان، خالق کو پہچان اور ہر دم آخرت کا دھیان رکھ ورنہ سوچ کہ جب تیری جوانی کے بارے میں سوال اُٹھے گا خالق کو کیا جواب دے گا۔ بغلیں جھانکے گا اور تجھ سے کوئی جواب بن نہ آئیگا۔ اسی طرح یہ دنیا کا مال جو تجھ کو جان سے بھی زیادہ عزیز و پیارا ہے اور جس کی محبت میں تو نے اپنے حقیقی مولا کو بھی بھلایا ہے اس کی آمدنی کی راہوں کو بھی جانچ اور اس کے خرچ کے راستوں کو بھی دیکھ۔ کہاں سے لاتا ہے کہاں اٹھاتا ہے۔ کس سے لیتا ہے کس کو دیتا ہے۔ حلال کی فکر رکھ، جائز کی تمیز رکھ، حرام پر ہاتھ نہ ڈال ناجائز پر نظر نہ رکھ۔ وہ مال جو تو بے سوچے کمائے، بے فکری سے اٹھائے وہ مال نہیں وبال ہے وہ مال نہیں تیرے جی کا جنجال ہے۔ اے انسان تو دنیا میں آزاد نہیں اپنی مرضی کا آپ مختار نہیں۔ تیرے خالق نے تیری رہنمائی کے لئے دین مقدس بھیجا ہے جس کی روشنی میں تجھے چلنا ہے۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہے اور دین کی جس بات کا تجھ کو علم ہو اس پر حرف بحرف عمل کرنا ہے اگر تو نے جانا اور نہ کیا سُنا اور نہ برتا تو یاد رکھ آخرت میں تجھ سے سنگین سوال ہوگا۔ جس کا جواب تیری گردن پر ہوگا۔ لہٰذا اس جواب کا یہیں سے دھیان رکھ دنیا کا کوئی قدم دین کے خلاف نہ رکھ۔

انسان دنیا میں محض راہگیر ہے

اے دنیا کے مسافر! تُو نے سُنا ہے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ۔

(بخاری)

ترجمہ:۔ اے دنیا کے راہگیر! تُو اپنے کو مسافر جان یہاں کی

کلفت کو نہ گردان، راحت کو نہ پہچان۔ اور یہاں بسنے اور بکھرنے کا سامان نہ کر۔ یہ دنیا نہیں سرائے ہے۔ یہ قیام گاہ نہیں گذرگاہ ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ حقیقت تو یہ ہے کہ تو نہ مقیم ہے نہ مسافر بلکہ ایک راہگیر ہے جو چلتا ہی چلتا ہے ٹھہرتا نہیں۔ مسافر گو چلتا ہے مگر کچھ دم لیتا ہے۔ سستاتا ہے رکتا ہے پڑاؤ کرتا ہے۔ سکون و آرام پاتا ہے مگر دنیا کا مسافر ایسا بھی نہیں۔ یہ کسی وقت دم نہیں لیتا نہ سستاتا ہے۔ بلکہ ہر وقت رفتار میں ہے، ہر دم چلنے میں ہے۔ گویا تو دراصل مسافر بھی نہیں راہ گیر ہے۔ راہ گیر کو قرار سے کیا واسطہ، اس کو ٹھہرنے سے کیا سروکار۔ اگر یہ ٹھہر جائے تو راہ گیر کیوں کہلائے، اگر یہ رک جائے تو یہ مسافر یا مقیم نہ کہلائے

پھر آگے بڑھ کر ارشاد ہے کہ اے دنیا کی راہ چلنے والے تو دنیا کی زندگی سے بالکل دل اٹھا لے۔ اور اغراض دنیوی سے ایسا بےغرض اور بےلوث ہو جا کہ گویا تو زندوں میں نہیں مُردوں میں ہے دنیا میں نہیں آخرت میں ہے۔ زندوں میں رہ کر زندگی سے دور رہ۔ اس زندگی کو زندگی نہ جان اس کو دراصل مردگی سمجھ یہاں کی مردگی وہاں کی زندگی ہے اور یہاں کی زندگی وہاں کی مردگی ہے۔ بس اے دنیا کے راہ رَو یہ دنیا تیرا وہ جلد ختم ہو جانے والا راستہ ہے جہاں سے تجھے کچھ لے جانا ہے۔ راہ پر چلنا ہے مگر دھیان منزل کا رکھنا ہے۔ زندہ ضرور رہنا ہے مگر زندگی کے بعد کا خیال دل میں جمانا ہے۔ تو ناعاقبت اندیش نہ بن کہ اس ناپائدار دنیا کو رہائش گاہ سمجھ بیٹھے آخرت کو بھلا بیٹھے۔ دنیا پر نگاہ جما لے آخرت سے نظر پھیر لے۔

دنیا کے ایک ایک لمحہ کی قیمت جان، ایک ایک منٹ کی قدر پہچان اگر تو دنیا سے آخرت بناتا ہے۔ دنیا دے کر آخرت خریدتا ہے تو یہ دنیا کی گھڑیاں نہیں موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ اس کا ایک ایک پل انمول موتی ہے۔ اس کی قیمت یہاں نہیں وہاں لگتی ہے اگر اس دنیا کے لمحات کی قدر کر لی تو یہاں کا ایک ایک لمحہ دوسرے عالم میں لاکھوں بلکہ بے شمار برسوں کی راحت میں تبدیل ہوگا۔ قطرہ سمندر بن جائیگا ذرہ پہاڑ کی شکل میں سامنے آئیگا تو پھر اس سستے سودے سے پیچھے کیوں ہٹتا ہے اپنی ناسمجھی کا ثبوت خود پیش کیوں کرتا ہے۔ یاد رکھ جس طرح تو یہاں دنیا کا بھوکا ہے اس راستہ کی راحت پر مٹا ہے۔ دنیا کس قدر بھی تجھے مل جائے هَلْ مِنْ مَزِيْد (کیا اور بھی ہے) کا نعرہ لگاتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں پہنچ کر تو وہاں ثواب و اجر کا بھوکا ہوگا۔ بہت کو تھوڑا جانے گا۔ تھوڑے کو کچھ نہ جانے گا۔ اجر و ثواب کے ذرہ ذرہ کو ترستا ہوگا۔ ذرا غور کر تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سے اسی حقیقت کو کیسا کھولا ہے۔ اور خیر طلبی کے لئے تجھ کو کیسا ابھارا ہے۔

فرمان عالی ہے اور ارشاد گرامی ہے إِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلٰى أَنْ يَمُوْتَ هَرَمًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَّرَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ أَنَّهٗ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ (احمد)

ترجمہ:۔ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک خدا کی اطاعت و عبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی عبادت و اطاعت کو قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جائے۔

اللہ اکبر۔ حرص کا کیا ٹھکانہ ہے کہ ولادت سے لے کر موت تک ابتدائے حیات سے وفات تک بندہ سر بسجود رہا جبہ فرسائی کرتا رہا۔ لمحہ کے لئے مولا سے غافل نہ رہا۔ بچپن بھی اسی طرح گذرا جوانی بھی اسی طرح کاٹی بڑھاپا بھی اسی طرح ختم کیا یہاں تک کہ پیغام اجل کو لبیک کہا۔ مگر جب آخرت میں گیا تو کیے پر تسلی نہ پائی۔ لائے ہوئے ذخیرہ پر تشفی نہ ہوئی اور آرزو کرنے لگا کہ پھر دنیا میں جائے اور پھر اسی قدر لائے اور اجر پلٹے لہذا اے دنیا کے راہگیر تو دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے حرص مند نہ ہو۔ بلکہ آخرت کے لئے حرص کر۔ دنیا میں تھوڑے پر کفایت کر آخرت کے لئے تھوڑے پر صبر نہ کر۔ دنیا میں تو جانے کے لئے آیا ہے آخرت میں رہنے کے لئے جائے گا۔ جانے والی چیز کو جانے دے باقی رہنے والی چیز کی فکر ہر دم باقی رکھ۔

دنیا دل لگانے کی چیز نہیں آخرت دل سے بھلانے کی چیز نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح فرمان ہے جو عقلمند کے لئے کھلا اعلان ہے۔ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ إِلَّا وَ بِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا إِلٰى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى۔ (ابونعیم)

ترجمہ:۔ یعنی جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے اور مخلوقات کو سناتے ہیں ان کے پکارنے کی آواز کو ساری مخلوق سنتی ہے۔ مگر جن و انسان نہیں سنتے۔ وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ لوگو اپنے پروردگار کی طرف چلے آؤ اور اس بات کو جان لو کہ جو مال کم ہو اور کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو و لعب میں ڈالے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی عبادت سے باز رکھے۔

گویا ہر روز فرشتے دنیا کے راہگیر

(بقیہ صفحہ ۱۸)

عبدالسلام گونڈوی

اور سورج ڈوب گیا

ششماہی امتحان کی تعطیل ہوئی اور میں گھر کے لئے روانہ ہو گیا۔ اثنار سفر میں بہتوں کا ساتھ ملا۔ کتنوں کی ہمراہی ہوئی کچھ جانے، کچھ اَن جانے لوگ رفیق سفر بنتے گئے۔ کچھ دُور، کچھ دیر ہمراہیوں نے ساتھ دیا۔ رفیق سفر ہمراہ چلے۔ پھر یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ سرکتے رہے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑنا اور ہمراہیوں نے جُدا ہونا شروع کر دیا۔ لگ بھگ چار ساڑھے چار بجے کا وقت تھا سورج پر نظر پڑی تو وہ ابھی کافی روشن اور بلند تھا۔ خیال ہوا منزل اب نسبتاً قریب ہے۔ اور سورج کافی بلند ہے۔ انشاراللہ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچوں گا۔ بڑے اطمینان سے آگے بڑھا۔ بدستور راہی ساتھ ملتے، ہمراہی بنتے اور جُدا ہوتے رہے اور میں مکمل اطمینان اور بے فکری سے منزل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سورج اور اس کی روشنی تو میرے ساتھ ہے۔ چلتے چلتے منزل جب میل ڈیڑھ میل رہ گئی اور نظر آسمان کی طرف اٹھی تو وہ اپنا معتمد ساتھی وہ روشن سورج بھی ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ بس چند قدم آگے بڑھا، اور سورج ڈوب گیا۔ اب میں تھا اور تنہائی تھی اور شام کی سیاہی تھی جو رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی۔ اَغل بغل نظر پڑی تو سارے رفقاءِ سفر ساتھ چھوڑ چلے تھے۔ جیسے سفر کا آغاز تنہا ہوا تھا اختتام سفر بھی تنہا ہو رہا تھا۔ معاً دل میں آیا کیا اس غربت سرائے ارضی کے سفر کا حال بھی یہی تو نہیں ہے؟ اگر اس کا حال بھی یہی اور یقیناً یہی ہے تو کیا بھروسہ اس راہ کے ہمراہیوں کا اور کیا اعتماد اس سفر کے رفیقوں پر بلاشبہ کوئی بھروسہ اور کوئی اعتماد نہیں —— اگر ہے کوئی ساتھی قابل اعتماد اور کوئی چیز از اوّل تا آخر ساتھ دینے والی تو وہ فقط اپنے اعمال اور کرتوت ہیں۔

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کا ساتھ دیتی ہیں تین چیزیں۔ آل اولاد، مال و دولت اور اعمال ؑ۔ مگر پہلی دو چیزیں قبر سے واپس ہو جاتی ہیں اور کٹھن مقام آتے ہی ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ فقط اس کا عمل ہی مکمل ساتھ دیتا ہے اور اس کٹھن مقام میں اس کا رفیق سفر ہوتا اور اس کا معاون و سہارا بنتا ہے

(بخاری مسلم)

اور سچ پوچھئے تو وہی ہے اصل رفیق اور اصلی سہارا جو مصیبت میں کام آئے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

بڑی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی ہوگی اگر اپنے اصلی رفیق (ایمان و عمل) کو اپنایا نہ جائے اور اپنے عارضی رفیقوں (آل اولاد اور مال و دولت) ہی کو مرکزِ توجہ بنا لیا جائے۔ کتنا بدبخت و حرماں نصیب ہوگا وہ شخص جو پوری عمر صرف کر دے آل اولاد کی محبت اور مال و دولت کی کمائی پر اور جب مرنے لگے۔ قبر میں سوال و جواب ہو۔ قیامت کے دن خدا کے حضور میں پیشی ہو اور یہ سب آل اولاد، مال و دولت دھرے کے دھرے رہ جائیں۔ ان میں سے کوئی اس کو ایک حبہ کا فائدہ نہ دے سکیں۔ ہائے کتنا حسرت ناک ہوگا وہ وقت اور کتنی افسوسناک ہوگی وہ گھڑی کہ جب آدمی اپنی پوری عمر کی کمائی اور ساری زندگی کی جد و جہد کو یکسر بالکلیہ رائیگان اور بے فائدہ پائے گا اور بے ساختہ پکار اُٹھے گا مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطَانِيَهْ۔ وائے خرابی میرا مال میرے کوئی کام نہ آیا اور نہ میری جاہ و عزت اور شان و شوکت ہی میرے لئے نفع بخش ہوئی وہ سب کا سب دنیا ہی میں دھرے کا دھرا رہ گیا۔ خداتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ الخ،

ترجمہ:۔ اسے پکڑو اور طوق پہنا دو، پھر دوزخ میں اسے ڈال دو اور ستر ہاتھ کی زنجیر میں اسے جکڑ کے جہنم رسید کر دو۔ یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا، نہ فقیروں کے کھانا کھلانے پر ترغیب دیتا تھا۔ تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کوئی کھانا ہے اس کے لئے سوائے زخموں کے دھووَن کے، جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔

(پ ۲۹، ع ۵)

وہ شخص آرزو کرے گا۔ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ، الآیہ

ترجمہ:۔ کاش وہ عذاب کے فدیہ میں دے دے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو کہ جس میں رہا کرتا تھا اور جتنے زمین میں ہیں سب کو۔ پھر یہ فدیہ بچالے اس کو عذاب سے۔ تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ بیشک وہ شعلہ والی آگ ہے اُدھیڑ لینے والی کھال کی جو پکارے گی اس کو جس نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا اور مال جمع کیا، پس بٹور بٹور کر ذخیرہ بنایا۔

(پ ۲۹، ع ۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

راوی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا تم میں کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث و رشتہ دار کا مال محبوب ہو؟ ہر ایک نے جواب دیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہم سب کو اوروں کے مال سے اپنا مال زیادہ محبوب ہے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا مال تو بس وہی ہے جو تم نے راہِ خدا میں خرچ کرکے ذخیرۂ آخرت بنا لیا باقی جو مال بچ رہا وہ تو تمہارا نہیں تمہارے ورثہ کا ہے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ نہ جائے گا۔ بلکہ تمہارے۔ ورثہ و رشتہ داروں کے لئے چھوٹ رہے گا۔

(بخاری)

تو کیوں نہ تم اپنی محنت کا کمایا ہوا مال اپنا مال بنا لو، اسے محبوب بنا کے محفوظ کیوں نہ رکھو جو بعد میں تمہارے ورثاء کو مل جائے گا اور تمہارے کسی کام نہ آئے گا۔

بقیہ سفر آخرت

کو جگاتے ہیں، خواب غفلت سے اٹھاتے ہیں۔ قدم قدم پر آخرت یاد دلاتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف دوڑا چلا آ۔ تیز تیز قدم اٹھاتا آ۔ تھوڑے پر تسلی کرتا جا۔ بھلائی پر نظر رکھتا جا۔ وہ بہت مال کس کام کا جو تجھ کو اپنے مولا سے بھٹکا دے دنیا بنا کے آخرت بگاڑ دے خالق سے دور کرکے شیطان سے تیرا رشتہ جوڑ دے۔ منزل کو کیوں بھولتا ہے۔ راستہ کی حقیقت سمجھنے میں کیوں دھوکا کھاتا ہے۔ دنیا کے فریب میں کیوں آتا ہے۔ مال کی محبت میں کیوں الجھتا ہے۔ آخرت تجھ سے کچھ دور نہیں۔ تیرے سفر کے ختم ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

ایماں کو نہ دے ہاتھ سے غافل کہ پس مرگ
آنے کا نہیں کام ترے اس کے سوا ہیچ
کیا کیا محل و قصر بناتے ہیں تونگر
از ہر نشاں لیک نشان بعد فنا ہیچ

بقیہ اداریہ۔ صـ۳ سے آگے

اور زوال و کمزوری کا ذمہ دار تمامتر مذہبی رہنماؤں کو قرار دیا۔

مگر ہوا کیا۔ کہ جب مذہب کے نام سے حکومت تھی۔ تنہا ترک سارے یورپ سے لڑتا رہا جب مذہب سے آزادی حاصل کی تو آج بہادر ترکوں کی حکومت کو اپنے دفاع میں اوروں پر بھروسہ کرنا پڑ رہا ہے۔ اور ملک کے اندر مستقل انتشار اور یکجہتی کا فقدان ہے اور آئے دن کے وزارتی جھگڑے اس پر متزاد ہیں یہ اختلاف چالیس سال تک ختم نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی مذہب پسند ترکی عوام کو ارباب اقتدار اپنی راہ پر لگا سکے تو پھر اس غیر ملکی اندھی تقلید کا کیا فائدہ ہوا۔

یہ وبا تعلیم سے پھوٹتی ہے تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس سے بیس پچیس سال میں قوم کی ساری نسل کو بدلا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے ارباب اختیار نے اس کو محسوس کیا اور اردو و بنگالی کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔ اس سلسلہ میں ہمارا یہ ضروری مشورہ ہے کہ جب تک ذریعہ تعلیم اردو نہ ہوگا قوم کے بچوں کی عمریں فضول ضائع ہوتی رہینگی ہم علوم و فنون سے نہیں روکتے نہ تجارتی اور بین الاقوامی سیاسی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہیں اس مقصد کے لئے حکومت وظائف دے سکتی ہے اور ایک معیّن مقدار کے طلبہ کو تیار کر سکتی ہے مگر عام تعلیم کے لئے ایک آزاد قوم کا احساس اس کے سوا نہیں ہو سکتا کہ اپنی زبان کو استعمال کیا جائے۔ ابھی پاکستان میں بہت کچھ کرنا ہے یہاں تو دفاتر اور عدالتوں میں بھی کاروائی انگریزی میں کی جاتی ہے۔ جب کہ مدعی، مدعا علیہ، وکیل اور عدالت سب ملکی ہوتے ہیں۔

وزارتِ تعلیم کا احساس مذہب بھی وقت کا اہم مسئلہ ہے

آج کفر و ارتداد اور الحاد کے شکار ہونے کی وجہ زیادہ تر مذہب سے بیگانگی اور جہالت ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ بی۔ اے ہو جائے مگر مسلمانی کی ابتدائی ضروریات سے بھی واقفیت نہ ہو۔ وزارتِ تعلیم نے مشن اسکولوں میں بھی مذہبی تعلیم کی ترویج کا ذکر کیا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ مشن اسکولوں اور ہسپتالوں سے پہلے کفر کی تعلیم انجیل کی اشاعت اور عیسیٰ پرستی کی ترغیب کو بند کیا جائے۔ یہ پہلا فرض ہے جو وزارتِ تعلیمات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے زمانہ پھر پلٹا کھا رہا ہے۔ مسلمان انگڑائی لے رہا ہے۔ وہ ساری دنیا اور اس کی تہذیبوں سے مایوس ہو کر پھر مدینہ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ علماء دین کے فتوے کی صدائے بازگشت نہیں تو کیا ہے۔ (۱) کہ اسکولوں اور کالجوں سے فرنگی خصوصیات ختم کرو (۲) مذہبی تعلیم لازم قرار دو (۳) ہمارا ایک قومی لباس ہونا چاہیئے۔ یہ باتیں دلیل ہیں کہ قوم کے نمائندوں اور لیڈروں نے زمانۂ غلامی کی یادگاروں کی نحوست کو محسوس کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں میں خلوص اور عمل میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

بچّوں کا صفحہ

رابعہ بصریؒ

ولیہ نکہت، الہ آباد

ایک نہایت معمولی جھونپڑا ہے اس جھونپڑے میں ایک خدا کی بندی دنیا و مافیہا سے بیخبر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ اچانک دو درویش دروازے پر دستک دیتے ہیں، وہ فوراً عبادت کا سلسلہ منقطع کر کے دروازہ کھولتی ہیں اور دونوں مہمانوں کو نہایت احترام اور عزّت کے ساتھ جھونپڑے کے اندر لے آتی ہیں اُن کے یہاں دو خشک روٹیوں کے علاوہ کچھ بھی خوانِ نعمت موجود نہیں۔ بغیر کسی جھجک کے وہ خشک روٹیاں دونوں مہمانوں کے سامنے لا کر رکھتی ہیں۔ خدا کی قدرت دیکھئے عین اس وقت ایک فقیر صدا دیتا ہے وہ تیزی سے اٹھتی ہیں اور مہمانوں کے آگے سے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر فقیر کو دے آتی ہیں۔ دونوں مہمان بحرِ استعجاب میں غرق ہو جاتے ہیں ابھی وہ معاملہ کی نوعیت کو سمجھ بھی نہیں پاتے کہ دیکھتے ہیں ایک کنیز سینی میں کھانا لئے چلی آ رہی ہے۔ کھانے سے گرم گرم بھاپ نکل رہی ہے کنیز مہمانوں کے سامنے سینی رکھ دیتی ہے جس میں پوری بیس روٹیاں ہوتی ہیں مہمان حیرت سے دریافت کرتے ہیں "آخر کیا معاملہ ہے؟" وہ خدا کی بندی جواب دیتی ہیں۔

"ان دو روٹیوں میں بھلا آپ کہاں شکم سیر ہوتے فقیر کی صدا سنتے ہی میں نے دو روٹیاں اس کو دے دیں تاکہ میرا پروردگار میرے مہمانوں کے لئے انتظام کر دے۔ یاد کیجئے کہ خدا تعالےٰ نے ایک نیکی کے عوض دس گنا ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے، لہذا اس نے دو روٹیوں کے عوض بیس روٹیاں بھیجیں" دونوں مہمان ان کے ایمان کی اکملیت کے دل و جان سے قائل ہو گئے۔

آپ کا تجسّس اپنے عروج پر ہوگا۔ لیجئے سنئے۔ اس جلیل القدر ہستی کا نام اسم الخیر رابعہ بصریہؒ ہے۔ تقوےٰ و پرہیزگاری کی صفت آپ کی ذات سے چسپاں ہو کر رہ گئی تھی۔ جس طرح آفتاب و ماہتاب کے متعلق روشنی کو علیحدہ کر کے نہیں سوچا جا سکتا۔ اسی طرح آپ کی ذات کو تقوٰی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ اپنے والد اسمٰعیل کی چوتھی بیٹی تھیں اس لئے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔ نسب قبیلہ عدوی سے منسلک تھا۔ آپ کو زہد و عبادت سے فطری اور قلبی لگاؤ تھا۔ قرآن شریف، تفسیر اور حدیث کی تعلیم ہی آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔

ایک بار ایک شخص سر پر پٹّی باندھے ہوئے آیا۔ آپ نے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا "سر میں سخت درد ہے" پھر دریافت فرمایا۔ تمہاری عمر کیا ہوگی؟ جواب دیا "تیس سال" پوچھا۔ اس سے پہلے بھی کبھی تمہارے سر میں درد ہوا تھا؟ اس نے کہا "نہیں"۔

حضرت رابعہ نے فرمایا "تیس سال کے عرصہ میں میں نے کبھی تمہیں شکر کی پٹّی باندھے ہوئے نہ دیکھا۔ آج ایک دن کے لئے درد ہوا تو شکایت کی پٹّی باندھ لی"۔

آپ کی انتہائی سادہ اور پُر مشقت زندگی دیکھ کر مالک بن دینار محدّث کو رقّت آگئی۔ انہوں نے کہا۔ میرے بعض احباب اہل ثروت ہیں اگر آپ رضامند ہوں تو آپ کے آرام کا بندوبست کر دوں۔ آپ کے چہرے پر ناگواری کی لکیریں ابھر آئیں اور فرمایا "کیا میرے حال کو اللہ تعالٰی نہیں جانتا جس نے امیروں کو دیا ہے کیا وہ مجھے نہیں دے سکتا۔ جس حال میں وہ پسند کرے اسی حال میں ہم کو صابر و شاکر رہنا چاہیے"۔

خدام الدین - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء